CHECKED
Checked 1987

۲۲

وداع خاتون

تصنیف

رازق الخیری ایڈیٹر عصمت دہلی

عصمت بکڈپو انجمن دہلی سے شائع کیا

RARE BOOK
CHECKED 199

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی ۲ نہایت مشہور کتابیں

حیاتِ صالحہ

باصالحات علامہ محترم کی سب سے پہلی تصنیف جس نے

طوفانِ حیات

جس نے ایک نئے نیا میں دھوم مچادی تھی جس کی ترتیب میں اخبارات رطب اللسان تھے جس کا استقبال اردو علم ادب نے نہایت شاندار کیا تھا۔ کئی کئی سال سے ناپید تھی اور ہزاروں شائقین اس کے مطالعہ کیلئے بیچین تھے۔ اب عالم نسواں میں نہایت مسرت کے ساتھ سنا جائیگا کہ طوفان حیات پھر چھپکر تیار ہے۔ قبیح رسوم اور شرک و بدعت مسلمانوں کو گھن کی طرح اندر ہی اندر کھوکھلا کر چکے ہیں مشکل سے کوئی گھر ہوگا جہاں ان لعنات کا گذر نہ ہو، اس کتاب کی ہیروئن مشرکہ کی زندگی اس قدر دلچسپ ہے کہ پڑھنے والا حیران ہوجاتا ہے وہ رسوم جنہوں نے مسلمانوں کا خاکہ اڑا دیا اس وضاحت اور خوبی سے بیان کیگئی ہے کہ پڑھنے کے بعد گھر میں ایسی رسموں کا نشان باقی نہیں رہتا۔ شرک جو دنیائے نسواں پر عام طور سے قابض ہے طوفان حیات کے مطالعہ سے کوسوں دور بھاگ جاتا ہے اور رسوم مروجہ خوفناک اژدہے کی صورت میں نظر آنے لگتی ہیں اور انسان خدائے واحد کی عظمت کے آگے سر جھکا دیتا ہے۔ قصہ کی دلچسپی زبان کی سلاست کے متعلق کچھ کہنا فضول ہوگا واقعات اسقدر دلگیر ہیں کہ بیکلی بندھ جاتی ہے دھلی کا غذ پر عمدہ چھاپی گئی ہے قیمت صرف (عہ) علاوہ محصول

حیاتِ صالحہ

جادو نگار مصنفہ کے کمال افسانہ نگاری کا ہندستان بھر میں ڈنکا بجادیا تھا اسمیں ایک نیک لڑکی کی زندگی کے وہ تمام واقعات نہایت ہی موثر پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں جو اکثر ہندوستانی گھروں میں پیش آتے ہیں صالحات سے معلوم ہوگا کہ وہی باپ جو اولاد کا عاشق زار ہے کس طرح بچوں کی جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہوجاتا ہے، صالحات بتائیگی کہ جاہل تیلی ماں کس طرح مسکین کے بچوں کی مٹی پلید کرتی ہے صالحات سے معلوم ہوگا کہ نیک کوک کی لڑکیاں مصائب کا کیسے کیسے ایثار اور قربانیوں سے مقابلہ کرکے دنیا کو حیرت میں ڈالدیتی ہیں۔ قصہ کے ضمن میں آج سے چالیس سال پہلے کے گھرانوں کی معاشرت، رسم و رواج وغیرہ نہایت دلچسپ طریقے سے بیان کئے گئے ہیں۔ طرز تحریر کا کیا کہنا زبان وہی قلعہ معلی کی بیگماتی۔ کوثر سے دھلی ہوئی واقعات اس قدر موثر کہ کلیجے کے پار ہوتے ہیں ہندوستانی دماغوں میں مستورات کے مطلب کے اس قدر بلند معاشرتی ناول بہت ہی کم لکھے گئے ہیں ملک کے مشہور انشاپرداز اور نقاد مولوی محمد ظفر صاحب ام اے ایل ایل بی حیات صالحہ پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں سیرت نگاری میں مولانا نے کمال کردیا ہے اس پہلی ہی کتاب میں مولانا نے قلم توڑ دیا ہے کتاب کیا ہے ایک تیامت ہے جس کا ایک ایک لفظ تیر و نشتر کا کام کرتا ہے قیمت (عہ) علاوہ محصول

ملنے کا پتہ:-

مینیجر عصمت کوچہ چیلان دھلی

وہ خون کے آنسو

جو

تعلیم یافتہ ہندوستانی خواتین کی محبوب ترین انشاپرداز

محترمہ خاتونِ اکرم جنّت مکانی

کی جواں مرگی پر

مرحومہ کے خسر حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ

نے گرائے اوب اُردو کے وہ قیمتی موتی ہیں جن سے

زنانہ لٹریچر ہمیشہ جگمگاتا رہے گا

وداعِ خاتون

انہیں مضامین کا مجموعہ ہے اور یادگار ہے

مرحومہ کے اس اعلیٰ و بلند کیرکٹر کی جو چشم انسانی بہت کم دیکھتی ہے

رازق الخیری

داخلہ نمبر ۲۵۸۸۱
فن نمبر ۲ ح ۲۵۲
کتاب نمبر ۱۰۳ / ۱

فہرست

عنوان	صفحہ
مہمان دلہن	۳
کتبۂ تربت	۲۲
تعزیت نامہ	۲۳
آپ بیتی	۳۵

انتباہ

وداع خاتون کے حقوق اشاعت ہمیشہ کے لئے محفوظ ہیں کوئی صاحب اسے یا اس کے کسی مضمون کو بطور خود چھاپ کر قانونی و اخلاقی جرم کے مرتکب نہ ہوں۔

رازق الخیری
مالک عصمت بک ایجنسی دہلی

(محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپی)

Checked
1987

مہمان دُلہن

حیدر آباد دکن

باغبان کی ہزار ہا توقعات کے سایہ میں ننھا سا پودہ لہلہا لہلہا کر پروان چڑھ رہا تھا۔ سبز پتیاں دن بھر تمازت آفتاب کی آغوش میں پھولتیں، اور رات کو جب متحرک ذرات خاموش ہو جاتے تو پودہ سرسرا سرسرا کر ہوا سے اٹھکیلیاں کرتا، شبنم کے آبدار موتی اس کا منہ چوم کر محبت کے ہاتھ گلے میں ڈالتے اور خاتمۂ شب پر صبا ٹھنڈے جھونکوں کا غسل دیتی۔

پودہ بڑھ رہا تھا ـــــ سرسرا سرسرا کر، لہلہا لہلہا کر

کس کو خبر تھی کہ یہ پودہ کیسے کیسے گل کھلائے گا۔ اس کا پہلا پھول بہارِ حسن کو معطر کرے گا۔ اور شرگیں نگہ عروس اس کی خوشبو سے ہمکنار ہوتی ہوئی بلند ہو گی۔ اس کی نازک پنکھڑیاں شب عروس کی گود میں کھیلیں گی۔ اور سرخ آویزے ان کی بہار پر قربان ہوں گے۔

پودہ پروان چڑھ رہا تھا ـــ پھول پھول کر اور جھوم جھوم کر

جب بہار خزاں سے بدلگی، اور لُو کے تند و گرم جھونکے شاداب و سبز پتوں کو جھلسیں گے، ہری ہری کونپلیں ٹوٹ ٹوٹ کر زمین کا دامن بھریں گی، اُس وقت یہ نازک پودہ اپنی پوری

طاقت سے خزاں کے مقابلہ کو آگے بڑھے گا، ایک درد انگیز کشمکش ہوگی اور نظامِ عالم کا ایک پُر لطف قہقہہ، جو بجلی بن کر گرے گا، فتح کا سہرا، خزاں کے سر باندھتا ہوا اس ہونہار پودے کو تاراج و برباد کردے گا لیکن اس سے کچھ پہلے، جب بلبل آخری مرتبہ شاخ گل پر جھولے گی، یہ آخری پھول مرجھانے سے قبل ہوا کو بدستور معطر کریگا!

کون جانتا تھا جس کا پہلا پھول زینتِ عروس تھا اس کا آخری پھول آرائش قبر ہوگا! جس کے پہلے پھول نے دلہن بنایا اسی کو آخری پھول قبر میں دیکھے گا۔ انسانی پودا بھی قبر بسانے کو دلہن بن رہا ہے، جس کے ساتھ ارمانوں کا ڈھیر ہوگا یہ سب کچھ ہونے والا ہے اور اس لئے،

پودہ چاروں طرف چھا رہا ہے ـــــ ہنس ہنس کر اور کھل کھل کر

زمین کے منہ سے باہر آنیوالی وہ تمام اشیا جو مختلف ناموں سے چشم انسانی کے سامنے آتی ہیں اگر ایک طرف ڈھیر لگادی جائیں، اور دوسری طرف وہ حسرت و ارمان جمع کئے جائیں جو پھول سے جسموں کے ساتھ زمین میں دفن ہوئے تو یقیناً ان کا وزن زیادہ ہوگا! شاید اسی لئے زمین پال رہی ہے، یا غبان کے پودے کو، انسانی پودے کے استقبال کے واسطے۔

پودہ بڑھ رہا تھا، چڑھ رہا تھا، پھل رہا تھا، پھول رہا تھا، کھلتا ہوا اور کھلتا ہوا

(۱)

۶ نومبر کا آفتاب غروب ہو چکا تھا۔ اور رات کی سیاہی آہستہ آہستہ دریا گنج کو اپنے آغوش میں لے رہی تھی ۴۲۳ کے مکان میں ایک ضعیف العمر مسلمان چارپائی پر لیٹا اپنے خیالات میں منہمک تھا کہ کان میں یہ آواز آئی

"تشریف لے چلئے"

ان الفاظ کے ختم ہوتے ہی بڈھا اٹھ بیٹھا۔ دروازے تک پہنچا تھا کہ اطاعت و فرمانبرداری کی ایک مجسم تصویر بیس بائیس برس کی لڑکی کچھ کاغذات ہاتھ میں لئے اپنے کمرے سے باہر آئی، ننگے سر نکلی اور بے تحاشا دوڑ کر کہا "ہو گیا" بڈھے نے روشنی میں کاغذ دیکھے۔ شکریہ کی مسکراہٹ ہونٹوں پر آئی، اس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر بچی کے سر پر رکھا اور کہا "شاباش بیٹی شاباش" دونو لیمپ کے سامنے کھڑے تھے، بچی کا سر بڈھے کے سینہ سے لگا ہوا تھا۔ مگر بڈھے کی خاموشی بچی کے کرم کا شکریہ ادا کر رہی تھی کہ سال بھر کے بچہ کے رونے کی آواز کان میں آئی۔ اور بڈھا یہ کہہ کر باہر نکلا۔

"جاؤ بیٹی بچہ کو لو"

(۲)

"خدا کا واسطہ ذرا عقل سے کام لو اولاد کی شادی گڑیوں کا کھیل نہیں ایک ذمہ داری کا کام ہے جس سے

ذرّہ بھر غفلت زندگیاں تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ تم لڑکے کے واسطے دلہن ڈھونڈ رہی ہو یا اپنے واسطے دولت؟ تم جس طرف مائل ہو اور فیصلہ کر رہی ہو یا کر چکی ہو اسمیں شک نہیں کہ وجاہت اور دولت دونو اعتبار سے ٹھیک اور درست ہی نہیں اعلیٰ وارفع، مگر کیا یہ دونو چیزیں شادی کا مقصد اصلی حاصل کرنے کیلئے کافی ہیں؟ میں جانتا ہوں دس بارہ ہزار روپیہ کا جہیز بھی ہوگا۔ مجھے معلوم ہے کہ بریانی اور متنجن کی دیگوں سے گھر بھر جائے گا۔ لیکن اس کے بعد بھی کچھ دیکھنا ہے، میں واقف ہوں کہ لڑکی پڑھی لکھی، مجھے خبر ہے کہ صورت شکل کی بھی بُری نہیں، مگر کچھ اس کے بھی ہے اور وہی ایسی چیز ہے کہ اگر ہاتھ آگئی تو شادی خانہ آبادی ورنہ بربادی۔ خاتون صورت شکل کے اعتبار سے دولت و ثروت کے لحاظ سے دلّی کی برابری نہ کر سکے، مگر اس کے جہیز میں ایک ایسا جوہر ہوگا جس پر یہ تمہارا گوٹہ ٹھپّا، چاندی سونا، سب قربان! کروگی تو دیکھ لینا اور ائے گی تو سُن لینا کہ فرمانبردار بیویاں، اطاعت شعار بہوئیں، ملنسار بھاوجیں کیسی ہوتی ہیں۔ اس کی پالکی کے پیچھے برتنوں کی قطار اور کاٹ کباڑ۔ کا انبار نہ سہی۔ لیکن اس کی ذات ایسے جواہرات سے مالا مال ہوگی کہ ایک تم ہی نہیں تمہارا سارا کنبہ نہال نہال ہو جائے گا۔ تم نے تہذیب میں اس کے مضامین دیکھے عصمت میں اس کے خیالات کا مطالعہ کیا۔ تحقیقات سے اس کے

حالات معلوم ہوئے، جو چاہیئے وہ لے لو، جو ہونا چاہیئے وہ موجود۔ مالدار ہو لانے کا جذبہ ایسا رکیک اتنا ذلیل اور اسقدر کمینہ ہے کہ سُنکر تعجب اور دیکھکر حیرت ہوتی ہے۔ تمہارا لڑکا لڑکیوں سے زیادہ سیدھا۔ تم اگر دولت کے جال میں اس کو پھنساتی ہو تو بسم اللہ۔ لیکن لکھ رکھو کہ اطمینان جو مقصد ہے کافور، اور حقیقی مسرت جس کی تلاش ہے ہزاروں کوس دور ہوگی اور میں یہ کہنے میں حق بجانب ہونگا کہ تم نے ماں ہوکر اپنے بچہ کو الٹی چھری سے حلال کیا۔ بیوی خیالات بلند کرو میں نے ہندوستان بھر سے تمہارے واسطے وہ لڑکی منتخب کی ہے جو لاجواب اور بے مثل ہوگی اور اگر خدا کو منظور ہے تو دیکھ لینا تمہارا بچہ عمر بھر دعائیں دے گا۔"

(۳)

جہانسی کی پردیسن خاتون دلہن بن گئی ۲۶ فروری ۲۳ء کی صبح برات دریا گنج نمبر ۴۲۳ اُتر آئی ہے اور یہ پہلا روز ہے کہ پھولوں میں ڈوبی عطر میں لبی بیگم سسرال میں داخل ہوئی جہیز کم نہیں، برات کی خاطر مدارات اُمید سے بڑھکر اور توقع سے زیادہ ہوئی۔ خطبہ نکاح نے اس بچی کو جو کل تک **خاتون اکرم** تھی آج "رازق دلہن" بنادیا۔ وداع کے وقت جب ماں باپ اور بہن بھائیوں نے اپنے کلیجہ کے ٹکڑے کو جدا کیا تو آنکھ سے آنسو کی لڑیاں

بہہ رہی تھیں۔ یہ وہ ساعت تھی جس نے ماں اور باپ دونوں کے دل پر بنادی۔ بیس سال کی محبت ختم ہوئی اور جس کو دن رات آنکھوں پر بٹھائے اور سینہ سے لگائے پھرتے، وہ آج کالے کوسوں دلّی جارہی ہے، ماں نے صبر کا پتھر سینہ پر رکھکر "خدا حافظ" کہا بھائی نے "فی امان اللہ" کہہ کر دروازے تک پہنچایا۔ باپ نے جس کی آنکھیں روتے روتے سُرخ ہوگئی تھیں سدھی کو پاس بلا کر کہا۔

"مولانا! آنکھوں کی ٹھنڈک خاتون جو بیس سال اس گھر کی رونق رہی، آج آپ کے سپرد ہے۔ غریب بچی بے زبان ہے۔ سخت سے سخت تکلیف میں اُف کرنیوالی نہیں۔ مجھے جہاں یہ یقین ہے کہ آپ اس کو اپنی بچی کے برابر سمجھیں گے وہاں یہ بھی اُمید ہے کہ خاتون آپ کی فرمانبرداری میں کسر نہ چھوڑے گی۔ مسکین ہے خاموش ہے اور اس کی غربت پر دل کٹتا ہے۔ کوارپتہ کا زمانہ اس طرح بسر کرچلی کہ مامائیں بھی اسکی مفارقت پر سر پھوڑ رہی ہیں۔ میں مالدار نہیں ہوں۔ جہیز آپکے لایق نہیں مگر جو بچی آپ کو دے رہا ہوں وہ بہت بڑے جہیز سے مالا مال ہے۔ محنت سے اُکتائے گی نہیں، تکلیف سے گھبرائے گی نہیں، ہر حال میں راضی، اور ہر کیفیت میں خوش رہے گی۔

اب میری درخواست ہے کہ میرے سامنے اپنا ہاتھ اسکے سر پر رکھیئے۔ خدا آپ کو بہو لیجانی نصیب کرے اور جس چراغ نے بیس سال میرے گھر کو روشن رکھا وہ اب آپ کے گھر کا اجالا ہو" ادھر یہ ہو رہا تھا اُدھر دلہن کی ماں نے دولہا کی ماں سے کہا۔

"بیوی خدمت کو لونڈی دیتی ہوں' ابھی بچہ ہے ناتجربہ کار ہے۔ سسرال کی کٹھن منزل سے ناآشنا' اور پردیس کے معاملات سے ناواقف' غفلت کو درگذر غلطی کو معاف' لاپرواہی کو نظر انداز اور اپنے بچوں کا صدقہ میری بچی کی خطا پر دھیان نہ کرنا جس کو دم بھر آنکھ سے اوجھل نہ کیا تھا کل ہزاروں کوس دُور ہوگی۔ بے بس ہوگی' بیکس ہوگی' بیٹی والی ہو۔ اپنی بچیوں کا طفیل میری بچی پر رحم کی نظر رکھنا"

(۴)

شادی کا چوتھا روز تھا کہ ساس کو بخار چڑھا اور وہ اپنے کمرے میں جاکر لیٹ گئی۔ ٹانگوں میں شدّت کا درد تھا۔ ایک بجے رات کے جب بخار ہلکا ہوا اور پسینہ آیا تو دیکھتی کیا ہے کہ چار دن کی دلہن شام سے بیٹھی پاؤں دبا رہی ہے! بیتاب ہوکر بہو کو گلے لگا لیا اور کہا" مجھے کیا خبر کہ گھر بھر پڑا سو رہا ہے اور تم پاؤں دبا رہی ہو۔ بیٹی تھک گئی ہوگی۔ خدا عمر دراز کرے جاؤ سو رہو" بات معمولی نہ تھی بہو کی یہ خدمت ساس کے

25881

دل میں کھپ گئی اور اس کو معلوم ہوگیا کہ بہوؤں کی ذات میں جن صفات کی تلاش ہوتی ہے۔ ان میں حُسنِ سیرت بھی کوئی چیز ہے یہ تمام گھر کو معلوم ہو چکا تھا کہ گو دلہن گھونگھٹ میں دبی سکڑی بیٹھی ہے اور موجودہ معاشرت اجازت نہیں دیتی کہ اُٹھ بھی سکے مگر اس کے دل میں یہ جذبہ پوری طاقت سے کام کر رہا ہے کہ میں اپنا ہر لمحہ سسرال کی خدمت میں گزار دوں۔ وقت کی بات تھی کہ گھر کی بڑھیا ماما کسی بات پر بگڑ اور اکڑ کر سیدھی ہولی۔ علی الصباح یہ دیکھکر سب دنگ رہ گئے کہ گھر کے چپے چپے اور کونے کونے کی جھاڑ دی ہوئی ہے۔ انگنائی اور کمرے سب چندن بنے ہوئے ہیں۔ دوسری صبح بھی گھر پر اسی طرح آئی اور تیسری رات کو ساس جب قصداً جلد اٹھی تو دیکھا کہ ہفتہ بھر کی دلہن جھاڑو دے رہی ہے! اس سے فراغت پا وضو کر، نماز پڑھ اپنے کمرے میں جا، دبک دبکا دلہن بن کر بیٹھ گئی!

Checked 1987

پودہ ہوا میں تیر رہا ہے۔ عالم سنسان میں جب چمن پھولوں کے ٹھنڈے سانسوں سے گونجتا ہے۔ آبشار تھک کر خاموش ہو جاتے ہیں تو ایک متحرملبل سرو سے اڑ کر آتی ہے مطالعہ گل میں محو ہوتی ہے اور چیخ مار کر اڑ جاتی ہے۔ پودا

891.4392

فرض اوّلین ادا کر چکا۔ اس کے پہلے پھول نے انسانی پودے کو دلہن بنا دیا۔ پھول مرجھا گیا، کسی نے نہیں دیکھا۔ پتیاں فنا ہو کر ہوا میں مل گئیں۔ کسی کو خبر نہیں۔ مگر ابھی آخری پھول کو بھی کچھ کرنا ہے وہ اس دلہن کے کفن کو معطر کریگا اس لئے پودا پل رہا ہے بڑھ رہا ہے سنبھل سنبھل کر اچھل اچھل کر

پردیس دو ماہ کے واسطے میکے ہو آئی۔ سسرال میں دوسرا پھیرا ہے۔ ہزار گھر پر آیا۔ کپڑا لیا گیا۔ چادرہ چونکہ ایک ہی تھا، دلہن کو دیدیا گیا، واجدہ چھوٹی نند کی خواہش بھی بھاوج کے علم میں آئی۔ دوسرے روز جب بہو ساس کے سلام کو جھکی، اور دعا مل گئی تو سامنے بیٹھ کر کہا۔

"اماں جان ایک بات عرض کرنی ہے"۔

ساس ۔ہاں بیٹی کہو شوق سے"۔

بہو "آپ نے جس شفقت اور محبت سے کل میرے واسطے چادرہ خریدا میں اس کا شکریہ نہیں ادا کر سکی۔ مگر شاید آپ کو معلوم نہیں کہ بہن واجدہ بیگم کو وہ بہت پسند ہے۔ میرے پاس دو چادرے اور ہیں۔ مجھے سردست اشد ضرورت نہیں یہ چادرہ واجدہ بیگم کو دیدیں تو وہ بھی خوش ہو جائیں اور میں بھی۔

کنواری بچیوں کے دل بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔ وہ جس قدر ہوش سنبھالتی جاتی ہیں اُن کا دل اسی قدر کمزور ہوتا جاتا ہے۔ بہوؤں کا مستقل حق ہے۔ لیکن بیٹیوں کا عارضی۔ ان کی دلجوئی ہمارا فرض ہے۔ کیا خبر تقدیر ان کو کیسے گھر لیجائے اور سابقہ قدر دانوں سے بڑے یا ناقدرداں سے۔ آپ نے چادرہ کل مجھ کو عطا فرمایا اور میں شکریہ کیساتھ خاموش ہوگئی بظاہر وہ بھی ہنستی رہیں مگر میرا جی چاہتا ہے کہ آپ یہ چادرہ اپنے ہاتھ سے ان کو اڑھا کر میرا دل خوش کردیجئے"

ساس کی محبت بھری نظریں بہو پر پڑیں۔ آنکھوں میں آنسو آگئے اور کہا۔

"تم بڑی بھاوج ہو اپنے ہاتھ سے بسم اللہ کرکے اڑھا دو خدا تم کو نظر بد سے بچائے"

واجدہ کو جس وقت بھاوج نے چادرہ اڑھایا وہ ہنسی اور اس کے بعد پھر یہ کیفیت دوسرا رنگ لائی وہ کھڑی ہوئی، گلے میں ہاتھ ڈال کر کہا:۔

"بھابی جان خوش رہیئے"

(۵)

خاتون وہی بچی ہے جو ۶ر نومبر کی شام کو بڈھے خسر کا مضمون "افراط و تفریط" اخبار ہمدرد کے واسطے صاف کرنے

لائی۔ جب ۷ نومبر کا آفتاب طلوع ہو چکا اور ضعیف آنکھوں نے چار پر دلہن کو نہ دیکھا تو واجدہ سے پوچھا "دلہن کہاں ہیں" معلوم ہوا کہ حرارت ہو گئی۔ ملیریا چاروں طرف پھیل رہا تھا۔ گھر کے گھر پڑے ہوئے تھے اور خود اس گھر میں چار بچے بخار میں مبتلا تھے۔ اس لئے زیادہ تشویش نہ ہوئی۔ خیال تھا کہ صبح تک اُتر جائے گا۔ مگر دوسری شام کو بھی بخار نے پیچھا نہ چھوڑا تو مس مریم کو بلایا۔ وقت کی بات تھی کہ مس مریم لیڈی ڈاکٹر آنے کو تیار ہوئی تو اُسے بھی بخار چڑھ آیا اور تیسرے روز علی الصباح ڈاکٹر نے آکر دیکھا تو بخار ۱۰۵ تھا!

دو وادی مگر بدن تانبا تھا کہ کسی طرح نہ پسیجا۔ شام کو ڈاکٹر پھر آیا تو دماغ کی حالت درست نہ تھی! سال بھر کا بچہ سعد دودھ کے لئے تڑپ رہا تھا، مگر ماکو خبر نہ ہوتی تھی! رات کسی نہ کسی طرح ختم ہوئی صبح کو دو ڈاکٹر بلائے اور جھانسی تار دیا گیا۔

(۶)

باغ کی چہل پہل بدستور ہے۔ درخت جھوم رہے ہیں، پتیاں سرسرا رہی ہیں، موتیا مہک کر، طوطی لہک کر، بلبل چہک کر فضا چمن کی رونق دوبالا کر رہے ہیں۔ باغبان کا پودا جس کے پہلے پھول نے خاتون کو دلہن بنایا تھا۔ کہیں کا کہیں پہنچ گیا۔ جوانی کی ترنگ میں، شوق کی امنگ میں، پودہ بڑھ رہا ہے

لہک لہک کر اور چٹک چٹک کر۔

۱۱ر نومبر کی صبح کو بدنصیب مائی کی خبرِ علالت کا تار پڑتے ہی جھانسی سے روتی پیٹتی چلی۔ آٹھ گھنٹے کس طرح گزرے رات کیونکر کٹی، کون جان سکتا ہے۔ زبان پر آہ، دل میں گھونسے آنکھ میں آنسو تھے۔ گھر پر پہونچی تو دیوانوں کی طرح باہر ہی ایک ایک سے پوچھا "میری بچی کیسی ہے"۔ بے قابو اور بے اختیار پردہ اور حیا کسی چیز کا ہوش نہ تھا دالان میں گھسی، تو دیکھا جو بچی اچھی، بھلی تندرست اور توانا پندرہ روز پہلے میکے سے آئی تھی، پلنگ پر اس طرح پڑی ہے کہ آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور زبان بند! قیامت یہ تھی کہ دماغ کام کر رہا تھا اور زبان بند تھی بدبخت مائی کی صورت دیکھکر تڑپ اٹھی، منہ پر منہ رکھدیا اور جب یہ دیکھا کہ آنسو کی لڑیاں زار و قطار بیمار کی آنکھ سے بہہ رہی ہیں تو بیتاب ہوگئی۔ سوالات کئے، آوازیں دیں، لیکن مریض کی زبان نہ اُلٹی! اب ماں کی حالت بگڑ گئی "ہائے" کہکر گری اور بے ہوش ہوگئی۔ ہوش آیا تو کھڑی ہوئی، اس جسم پر جس کو بالشت بھر کے ٹوٹھڑے سے خونِ جگر پلا کر جوان کیا تھا سر سے پاؤں تک ایک نظر ڈالی اور کہا "خاتون بیٹی یہ کیا کر رہی ہو" صرف ماں کا نہیں دیکھنے والوں کا دل ٹکڑے ہوگیا کہ ماں نے اس جواب میں مجبور و لاچار بچی نے زبان باہر

نکال کر گردن ہلائی! جس کا مطلب یہ تھا کہ میں مجبور ہوں بول نہیں سکتی!!! اُوپر والے رو رہے تھے۔ ماں بلبلا رہی تھی، اور جا نہار دُلہن کی ٹکٹکی اپنے سال بھر کے بچے پر جس کو ماما گود میں لئے کھڑی تھی بندھی ہوئی تھی!! دیکھنے والی آنکھیں وہ قیامت خیز منظر دیکھ کر چیخ اٹھیں جب بیمار کا کپکپاتا ہاتھ بچے کی طرف بڑھا! چھ دن کا بچھڑا ہوا معصوم سعد ہمک کر ماں پر گر رہا تھا کہ مامتا کی اس زبردست طاقت نے مرض کی اس خفیف و شدّت دونوں کو فنا کر دیا۔ مریض کے زرد رخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے، نگاہ بچے کے چہرے پر تھی! ہاتھ اسکی طرف بڑھا ہوا تھا! کہ مریض کی دو آوازیں "سعد سعد" مکان میں گونجیں۔ غشی طاری ہوئی اور آنکھیں بند ہوگئیں۔ تین ڈاکٹر موجود تھے اور علاج کی کوئی ممکن کوشش ایسی نہ تھی جو نہ کی جا رہی ہو ۱۳ تاریخ کی صبح کو بخار اُترا، ہوش نسبتاً درست تھے۔ ساس کو بلا کر بخیل تمام کوئی بات کی جو اچھی طرح سمجھ میں نہ آئی۔ اشارے سے معلوم ہوا کہ کسی کے بلانے کی ضرورت ہے۔ پوچھا "کس کو بلاتی ہو؟ بڑی نند کو؟ چھوٹی کو؟ کہا "نہیں" اس کے بعد اس بدنصیب شخص کا نام آیا جو تمام ہندوستان سے چھانٹ کر اپنے بچے کے واسطے دلہن اس توقع پر لایا تھا کہ بڑھاپے کا سہارا ہوگی! بدبخت خسر قریب

گیا اشارے سے پاس بٹھایا۔ اب آنسوؤں کی طاقت نہ تھی! صرف دو قطرے دونوں کوئیوں میں ڈوبے ہوئے تھے! چہرے کی کیفیت منت و التجا ظاہر کر رہی تھی کہ تشنج کا دورہ شروع ہوا، مگر اس حال میں بھی خون کا جوش اور کلیجے کی آگ اتنی بھڑکی کہ التجا کی آنکھوں سے اپنا لال خسر کے سپرد کیا اور صرف اتنا کہہ سکی۔

"سعد"

وہ پردیس دلہن جو سسرال میں صرف پونے دو سال کی مہمان تھی، ایک مسہری میں خاموش پڑی ہے۔ عزیز جمع ہیں اور سب کی زبان پر اللہ ہی اللہ ہے۔ اب وقت نے وہ کیفیت دکھائی کہ سب کی ہچکی بندھ گئی، بیمار نے دفعتاً آنکھ کھولی آنکھ کی گردش نے سب کو دیکھا اور آہستہ کہا۔

"خدا حافظ"

ساس نے بہو کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے اور رو کر کہا۔

"بیٹی یہ کیا دکھا رہی ہو"۔

شدت کا دورہ ہوا، اور بخار تیز ہونے لگا۔ شام کو ۱۰۶ کے قریب تھا۔ کیسا قیامت خیز وقت ہے کہ وہ ماں جو بیٹی کو پردیس میں بھیجتی تھرا رہی تھی، دہلی میں آکر یہ رنگ دیکھ رہی ہے! جس کلیجے کے ٹکڑے کو سینے سے چمٹا کر دو دو گھنٹے

بعد دودھ پلایا تھا، آج مامتا کی ماری مرض الموت میں دو دو گھنٹے بعد دوا پلا رہی ہے !! وہ بدنصیب ماں جس کی آنکھوں کے سامنے سے بائیس برس کی جوان شیرنی اس طرح تڑپ تڑپ کر اُٹھ رہی ہو وہی بتا سکتی ہے کہ دل پر کیا گذر گئی !! ایک طرف بڑھیا ماں دیواروں سے سر پھوڑ رہی تھی اور دوسری طرف سال بھر کا معصوم گھٹنیوں چلتا ہر سمت کمرے میں ماں کو ڈھونڈھتا پھرتا تھا۔ کونسا دل تھا جو یہ دیکھکر نہ لرزا !! ننھی سی جان پلنگ کی پٹی پکڑ کر کھڑا ہوا، لحاف پر ہاتھ رکھا اور کہا

"اماں، اماں"

بیمار کی حالت بدستور تھی، دورے پڑ رہے تھے۔ سرسامی کیفیت تھی۔ اذان کی آواز کان میں آئی، پو پھٹی، صبح ہوئی، دھوپ نکلی، ڈاکٹر آئے، بخار ہلکا ہوا۔ مگر ۱۲ بجے کے بعد پھر بخار چڑھا اور آناً فاناً ۱۰۶ تک پہنچا۔ آج کے حملہ نے تمام اُمیدوں کا خاتمہ کر دیا !! ایک دہان پان بچی کی جان پر دنیا بھر کے نرغے تھے۔ فالج، سرسام، بخار، تشنج! مگر مرحبا اور آفریں اس صابر و ضابط ماں پر جس کی بائیس سال کی کمائی پر دیس میں لُٹ اور جوان بچی ہمیشہ کے لئے چھٹ رہی تھی !! مگر اس نے دامنِ استقلال ہاتھ سے نہ دیا، دانت بچّی تھے دوا حلق سے اُترتی تھی، مگر صبر کی بندی اپنی لگی میں کوئی دقیقہ نہ

چھوڑ رہی تھی ۔ اللہ اللہ یہ کیسا نازک وقت آرہا ہے ۔ رات کے دس بجے ہیں ۔ ماں کی تمام آوازیں بیکار گئیں، شوہر نے چمچہ ہاتھ میں لے کر کہا "خاتون ادوا پی لو"

بیمار نے شوہر کی یہ آواز سنتے ہی آنکھ کھولی اور اس کے ساتھ ہی منہ بھی بہت ذرا سا کھلا، دوا مشکل اتری، مگر فرمانبرداری کی مجسم تصویر نے ساعتِ آخر میں بھی حکم کی تعمیل کردی! بالآخر وہ وقت آیا جس کے خیال سے دل دہڑکتا تھا ۔ گیارہ بجے سانس خراب ہوا اور ٹھیک ۱۲ بجے رات کو جب ۱۵ نومبر شروع ہوئی، جھانسی والی بیگم، پردیس دلہن، ساس سسروں کے سامنے، شوہر کی موجودگی میں نامراد ماں کے ہاتھوں میں، دنیا سے رخصت ہوئی!! اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کیا دل تھا کہ جس سے ماں نے اپنی بچی کا جسدِ خاکی درست کیا، اور وہ کیا ہاتھ تھے جن سے اس کلیجہ کے ٹکڑے کے منہ پر ڈھانٹا باندھا اور انگوٹھوں میں حلقہ ڈال کر کلمہ اللہ پڑھنا شروع کیا ۔ جب رات ختم ہونیکے قریب پہنچی تو یہ نصیب ماں اٹھی، منہ پر سے کپڑا اٹھایا اور پھر یہ کہہ کر ڈھانک دیا ۔

"اچھا بیٹی سوؤ"

باغبان کا پودا ہی مرجھا گیا مگر ابھی اس کی شاخیں پھولوں سے لدی ہوئی ہیں اور آج اس کا آخری پھول مرنے

والی بچی کی قبر پر ہو گا۔

میری مرنے والی بچی **خاتون اکرم** کے نام سے دنیائے نسواں اچھی طرح آشنا ہے، رازق میاں کیواسطے جب شادی کی تجویز ہوئی تو اکثر عزیزوں کی مخالفت کے باوجود میں نے یہ لڑکی منتخب کی۔ ۲۸ دسمبر ۳۲ء کو نکاح ہوا قصد یہ تھا کہ وداع بی۔ اے سے فراغت کے بعد ہو۔ مگر عورتوں کی خواہش سے یہ جانہار لڑکی ۲۶ فروری ۳۳ء کو دلہن کی حیثیت سے دہلی آئی اور بہو بن کر میرے گھر میں داخل ہوئی۔ وہ کسی متمول باپ کی لڑکی نہ تھی اور شکل وصورت کے اعتبار سے بھی اوسط درجہ کی تھی۔ مجھے جس چیز نے مائل کیا وہ اس کے مضامین اور خیالات کی شستگی، معاملہ فہمی اور عاقبت اندیشی تھی، اور حق یہ ہے کہ اگر خاتون لاکھ روپیہ کا جہیز لیکر اور کوہ قاف کی پری بن کر آتی تو میری نگاہ میں اس کی کوئی وقعت نہ ہوتی وہ ایسی بیش بہا دولت سے مالامال تھی جس نے پہلے ہی پھیرے میں ساری سسرال کے دل فتح کر لئے۔ اس میں شک نہیں **رازق دلہن** کی موت نے میری بہت سی خواہشوں کا خاتمہ کر دیا۔ مگر وہ اپنی قابلیت اور فرمانبرداری کے ایسے سدا بہار پھول میرے دل پر کھلا گئی کہ میں جب تک زندہ ہوں اس کو

فراموش نہیں کرسکتا۔ مرنیوالی خاتون دلی والوں کو دکھا اور کنبہ والوں کو بتا گئی کہ بیوی کیا ہوتی ہے اور بہو کس کو کہتے ہیں۔ وہ میرے گھر میں صرف دو سال کی مہمان ہتی آئی، رہی چلی گئی۔ مگر اس کا قیام بہوؤں کے لئے سبق اور بیٹیوں کیلئے نمونہ ہے۔ جس بات کو یاد کرتا ہوں وہی خون کے آنسو رلواتی ہے لکھنے میں پوری مددگار۔ تربیت گاہ میں برابر کی شریک کس کس خدمت کو روؤں بہو نہیں بیٹی ہتی اور بیٹی بھی ایسی خدمت گذار کہ دنیا میں ایسی بچیاں کم ہونگی! ہر حال میں خوش اور ہر کیفیت میں راضی۔ میرا دل پھٹتا ہے جب اسکی غربت یاد کرتا ہوں اور اسکی کیفیت کا خیال آتا ہے۔ آج اسلامی دنیا بہوؤں سے پٹی پڑی ہے۔ اچھی بھی ہیں، بری بھی، فرمانبردار بھی، غیر معقول بھی، مگر ایسی بہو کہاں ہوگی کہ بائیس سال کو اپنے میں صرف کالی مرچ کا سالن کھایا اور لال مرچ چھوئی تک نہیں۔ بیاہی گئی تو دہلی میں مرچوں کا گھر۔ جہاں سیر بھر گوشت میں پچیس تیس مرچیں پڑیں زبان کا قیمہ ہوا منہ کا دلیہ بنا ہونٹ سوجھ گئے حلق زخمی ہوا۔ المختصر مرتے مرگئی مگر یہ پتہ نہ چلنے دیا کہ مرچ نہیں کھا سکتی!!

کس دل سے کہوں کہ جس بچی کو اس ذوق و شوق سے بیاہ کر لایا تھا جس دلہن کو کل پالکی سے گود میں اتارا تھا۔ آج اس کا جنازہ تیار ہے!! اور جن ناشاد ہاتھوں سے اس کا گھونگھٹ کھولا تھا وہ قبر میں دفن کر رہے ہیں!!

خاتون مرحومہ کی جنازہ اتار دیا گیا اور اس وقت اسکی قبر پھولوں سے پٹی ہے، مگر مٹی ہے خسر کے آنسو جو مرنے والی کی یاد میں ہمیشہ گرینگے بہو بننے والی لڑکیوں کو بتا رہے ہیں کہ بہو اس کو کہتے ہیں!

دسمبر ۱۹۳۴ء

۷۸۶

کتبۂ تربت

خدارا اِس طرف آنا تو پڑھکر فاتحہ جانا
غریب و نیک بچّی بے زبان و بے وطن ہے یہ
بہو راشد کی ہے خاتونِ اکرم ہادیٔ نسواں
دلہن جھانسی سے جو آئی تھی وہ "رازق دلہن" یہ ہے

دسمبر سنہ ۲۴ء

تعزیت نامہ

یہ وہ درد انگیز خط ہے جو حضرت علامہ محترم نے اپنے سمدھی ڈاکٹر محمد عبدالغفور صاحب مرحوم کو روانہ فرمایا تھا۔

ڈاکٹر صاحب، السلام علیکم

آج سے دو سال پہلے یہی نومبر، دسمبر کا مہینہ تھا۔ جاڑوں کے دن اور سردی کی راتیں کہ ایک سفید ریش مسلمان آپ کے دروازے پر بھیک مانگنے آیا۔ فقیر بچوں کا تماشہ اور جوانوں کا کھیل تھا۔ دہن دولت کا بھوکا نہیں ایک ایسے لعل کا متلاشی تھا۔ جس کی روشنی اس کے گھر ہی کو نہیں۔ اس کی قبر کو بھی جگمگا دے، سوال کڑا تھا اور بھیک سخت، مگر التجا کا ہر فقرہ اور درخواست کا ہر لفظ خاکِ عرب سے کھلنے والے سدا بہار پھولوں سے معطر تھا۔ شرع اسلام کا مقدس سایہ اس کے سر پر تھا۔ اور انسان کامل کے پاک الفاظ اس کی حمایت میں صدائے درد انگیز سچے دل سے نکل کر زبان پر آئی تھی۔ بچوں والی ماں تڑپ اٹھی، روتی ہوئی دروازہ پر آئی، سنت نبوی پر قربان ہوتی ہوئی آگے بڑھی، آسمان کی طرف دیکھ کر آنسو پونچھے، اور بسم اللہ کہکر اپنا کلیجہ کا ٹکڑا فقیر کی گود میں ڈال دیا۔

قدرت ہنس رہی تھی کہ بڈھا مسلمان اسلام کی آڑ میں مکر کا جال بچھا رہا ہے، اور یہ سنگدل انسان اس بے زبان بچی کو گھونٹ گھونٹ کر موت کے گھاٹ اُتارے گا۔ یہ یتیم بے دیواروں سے سر پھوڑے گی، مظلوم باپ پچھاڑیں کھائے گا۔ بہنیں کہرام مچائیں گی، بھائی بلبلائے گا! مگر یہ صورت دیکھنی نصیب نہ ہوگی جس نے آپ کی خدمت گذار بچی کو آپ سے جدا کر، عزیزوں سے چھٹوا، سب کو روتا بلکتا چھوڑ اپنے گھر میں لاکر بند کیا، وہ میں ہوں! جس نے آپ کے پھول کو خاک میں ملایا، وہ میں ہوں۔ خاتون کے مُنہ پر ڈھاٹا باندھنے والے، آپ کی پردیسن بچی اور بے زبان خاتون کو کفن دینے والے میرے ہاتھ ہیں! آپ نے اپنی امانت دلہن بناکر میرے سپرد کی اور میں نے اس کی یہ قدر کی کہ اس کو اپنے ان ہاتھوں سے گہری گور میں سلاکر پیوند زمین کر دیا!!

آپ حق رکھتے ہیں کہ میدانِ حشر میں جب ایک حاکمِ حقیقی تختِ عدالت پر ہوگا میرے گریبان میں ہاتھ ڈالیں۔ اور اپنی بچی کے خون کا دعویٰ مجھ سے کریں، اور یہ علی الاعلان فرمائیں، کہ یہ وہ شقی القلب مکار ہے، جس نے میری بچی کو محبت کے جال میں پھنساکر عداوت سے کام لیا اور جس جسم کو میں نے پھول کی چھڑی نہ لگائی تھی اس ظالم

نے اس کو ہزاروں من مٹی کے نیچے دبا دیا! اور جس کی ہم نے دن رات اللہ آمین کی اور مرادوں سے پالا اس نے چشم زدن میں تاراج و برباد کر دیا!!

دنیائے اسلام مکر، دغا، فریب سے پٹی پڑی ہے۔ مگر میری ناہنجار ہستی سب سے بازی لے گئی۔ آپ نے منت خوشامدوں سے عجز و زاری سے میرے رحم و کرم کے بھروسہ پر جو بیگم میرے سپرد کی تھی میں نے اپنے ان ہی ہاتھوں سے اس کو فنا کیا!!

مجھے داد دیجئے کہ روسیاہی میں، میرے دل کو مرحبا کہیئے کہ بیوفائی میں، میرے ہاتھوں کو آفریں کہیئے کہ کج ادائی میں نظیر نہیں رکھتے، وہ بے زبان لڑکی جو آپ کے سینہ پر لوٹتی، ماں کی چھاتی پر بیٹھتی، اور بھرے مجمع میں سوتی تھی، میں نے، میرے دل نے میرے ہاتھوں نے اس کو آج ایسے جنگل میں سلا دیا جہاں رات کے سناٹے میں آدمی ہے نہ آدم زاد، جنگل بیابان اور ہو کا میدان!! حضرت کیسی شادی، کس کا نکاح، مجھ روسیاہ کے نامہ اعمال میں گناہ کا اور اضافہ ہونا تھا وہ ہو گیا، آپ نے سن لیا ہو گا کہ جب رات کے حصہ اول میں اس مہمان بچی پر آثار موت طاری ہوئے اور اس بدنصیب عورت کو جس کا دل مچھلی کی طرح تڑپ رہا تھا

پورا یقین ہوگیا کہ یہ کلیجہ کا ٹکڑا جس کو نو مہینے پیٹ میں رکھ کر دو سال چھاتی سے چمٹایا اور بیس سال آنکھوں پر بٹھایا آج ہمیشہ ہمیشہ کو جُدا ہوتا ہے۔ تو مامتا کی ماری دیوانہ وار اٹھی، بچی کے منہ پر منہ رکھا اور اس کے ہاتھ اپنے گلے میں ڈالکر اس آگ کو ٹھنڈا کیا جو دل کھولا رہی تھی! یہ وہ وقت ہے کہ ایک ماں اپنی بچی کو کلیجے سے چمٹائے دنیا سے وداع کر رہی ہے۔ اس کے ہاتھ اٹھاتی ہے آنکھوں سے لگاتی ہے۔ پریشان بال درست کرتی ہے۔ منہ پر ہاتھ پھیرتی ہے۔ ناک کی کیل کو ٹیڑھا دیکھکر تڑپ اٹھتی ہے، کہ چُبھ رہی ہوگی قفل ٹھیک کرتی ہے۔ بیہوش کو پیار کرکے، کمر پر ہاتھ پھیر کر ہاتھ میں ہاتھ لیکر چوڑیوں کو برابر کرتی ہے! ان ہی کوششوں میں منہمک ہے کہ مامتا کی آگ بھڑکی، آنکھوں میں اندھیرا آگیا "ہائے" کہکر اٹھی، جھکی، بیمار کو غور سے دیکھا، تو دل نے صدا دی۔

"خاتون چلی"

ایک چیخ ماری اور لپٹ گئی!!

رات کے حصہ اول کی آخری گھڑیاں تھیں کہ ایک زخمی دل کا ٹھنڈا سانس بلند ہوا، جس نے کائنات کے ہر ذرہ کو تھرا دیا۔ دنیا وہ قیامت خیز منظر دیکھ رہی تھی کہ ایک بدبخت ماں کس طرح اس مہمان بچی سے لپٹی پڑی ہے

جس کی صورت عنقریب آنکھ سے اوجھل ہوگی در و دیوار رو رہے تھے کہ دو ظالم ہاتھوں نے ان ماں بیٹیوں کو جدا کیا اور اس ماں کو جس کی ہچکی بندھی ہوئی تھی، جو اب زندگی سے مایوس ہو کر صرف دیدار کی متمنی تھی جبر و زور سے علیحدہ کر دیا یہ میرے ہی ہاتھ تھے - یہ جفا کار میں تھا یہ ستم توڑنے والا میں اور صرف میں تھا!

دنیا کا ذہن فراموش کرنے میں حق بجانب ہوگا، مگر میرے اپنے اعمال میری آنکھ کے روبرو ہیں، اور موت کا خوف ان گناہوں کو سامنے لا رہا ہے، جن کی پاداش لازمی اور سزا یقینی -

تاریخ دنیا میرے کرتوت دیکھکر تھرّا اٹھے گی، اب وہ وقت آتا ہے کہ جس بدنصیب لڑکی کو صرف ایک سال کے واسطے قدرت نے ماں بنایا تھا، اس سے پہلے کہ دنیا اسے ناشاد و نامراد رخصت کرے، وہ ایک دفعہ اپنے بچے پر آخری نظر ڈال لے - رات کے گیارہ بجے ہوں گے کہ بیمار نے آنکھ کھولی، اور پہلی نظر بچہ کے چہرے پر پڑی! کس قیامت کا وقت ہے - موت اور ممتا دونوں میں کشمکش ہے - سانس اکھڑ گیا، نبض بگڑ گئی، زبان بند ہے کہ دفعتاً ایک کانپتا ہوا ہاتھ بچہ کو آغوش میں لینے کیواسطے

آگے بڑھا، شیر خوار بچہ ہک کر ماپر گرا، اور سینہ سے چمٹ گیا !! یہ وہ ساعت ہے کہ ایک بے بس اور مجبور ما جس کا ہر عضو بیکار ہے۔ چہرے کی شکنوں سے اپنے معصوم کو کلیجہ سے چمٹا چمٹا کر قربان ہو رہی ہے۔ بے زبان بچہ جو ما کی گود اور دودھ کی بو کو ترس اور تڑپ رہا تھا گلے میں ہاتھ ڈال کر سو گیا! وہ سنگدل انسان جس نے پھڑکتی ہوئی ما کو بچھڑتے ہوئے بچہ سے علیحدہ کر دیا میں ہی ہوں، اس روتے ہوئے معصوم کو الگ کرنے والے ہاتھ میرے ہی ہیں، ماتا والی آنکھیں پھوٹ پھوٹ کر روئیں مگر میری آنکھ میں میل نہ آیا، میری بدبخت آنکھوں نے بیمار کی وہ کھلی ہوئی آنکھیں دیکھیں جس میں بولنے کی طاقت نہ تھی، لیکن آنسوؤں کی لڑیاں رحم کی ملتجی تھیں۔ مگر مجھ سنگدل نے بچہ کو علیحدہ کیا، اور اس ما کے تمام جذبات ٹھکرا دیئے جو عنقریب اس دنیا سے سفر کرنے والی تھی !!

ڈاکٹر صاحب! خاتون رخصت ہوئی وہ آپ کے کلیجہ کا ٹکڑا اور آنکھوں کی ٹھنڈک تھی، آپ کا دل جس قدر تڑپے، آپ کی آنکھیں جتنی بھی روئیں، درست اور بجا ہے، ۲۲ سال کی محنت تھی، بائیس بھرکے لوتھڑے کو خونِ

جگر پلا کر جوان اور مٹھی بھر پوٹلی کو اللہ آمین سے انسان بنایا تھا۔ آج وہ انسانیت اور جوانی آپ کی آنکھوں کے سامنے خاک میں مل گئی آپ کے سامنے پورے بائیس سال کے کارنامے ہوں گے۔ مرنے والی کی مختلف صورتیں متفرق حیثیتیں آپ کے دل پر بر چھے چلائیں گی۔ تخیل رنگ برنگ کے مناظر دیکھا کر ایسے کچوکے دیگا کہ دلِ مجروح بلبلا اُٹھے گا۔ وہ کبھی گود میں ہوگی کبھی سینے پر، کبھی ہاتھوں میں کبھی کروٹ میں، آج گھٹتی گھسٹاتی، گھٹنیوں چلتی، ہاتھ ٹکاتی، گردن ہلاتی، آکر سینے سے چمٹ گئی۔ کل بنگالے کی مینا گھر بھر میں باتیں ملکاتی پھر رہی ہے۔ اس پر قیامت اس غصہ اور خفگی کی یاد ہوگی جو مہمان بچی پر ہر طرف سے ہوئے۔ ذہن ان واقعات کو مجتمع کر کے دل میں زخم ڈال دے گا۔ پھر زخم چرائے گا۔ یہ آگ بھڑکے گی، اس دل کے ٹکڑے اڑیں گے، جب حافظہ یہ دکھائے گا کہ خفگی ہو رہی ہے۔ غصہ ٹوٹ رہا ہے اور بے گناہ بچی گم سم خاموش کھڑی، نیچی گردن کئے میلی اوڑھنی سے آنسو پونچھ رہی ہے!!

یہ درد سہنے والا نہیں، اس کی ٹیسیں اس کی چبھیں اس کی کسکیں۔ جب تک سانس موجود ہے آپ کو جیتے جی قبر کا مزہ چکھائیں گی۔ مگر جو باتیں میں کر رہا ہوں اس لئے کہ

ماتا نہ تھی، جو کہرام میرے ہاں مچ رہا ہے اس واسطے کہ ہم غیر تھے حقیقتاً ایک قسم کی مبارک باد ہے کہ اس ڈیڑھ پونے دو سال کے عرصہ میں وہ ہمارے دلوں پر ایسا سکہ بٹھا گئی کہ ہمارا بچہ بچہ خون کے آنسو رو رہا ہے! سسرال کٹھن منزل کا سر کرنا آسان نہیں، اچھی اچھی سمجھدار اور بڑی بڑی ہشیار لڑکیاں اس میدان میں ڈگمگا جاتی ہیں، لیکن مرحومہ خاتون پھول کی طرح اس دریا سے پار ہوئی۔ ساس نندوں کو دکھا اور مجھکو بتا گئی کہ ہوکس کو کہتے ہیں۔

میں نے جو الزام اپنے اُوپر لئے سچ یہ ہے کہ اس کی خدمات کا اعتراف ہے، ورنہ جو کچھ کیا اسی دم کے واسطے۔ احکام الٰہی کے روبرو سر تسلیم خم تھا، میں تھا میں نے کیا۔ آپ ہوتے آپ کرتے۔ قدرت کا قانون اٹل اور زمانہ کی رفتار جاری ہے، ہوا ہو رہا ہے، ہوگا، اور ہوتا رہے گا۔ جوان شیر اُٹھ رہے ہیں۔ مچھاتی لاشیں جا رہی ہیں۔ اندھی آنکھ موت پر روتی ہے مگر چشم بینا یہ دیکھتی ہے کہ چلنے والا کیا چھوڑ چلا اور سفر یہ سب کو ہے کوئی آج چلا کوئی کل۔ لیکن خوش نصیب ہے وہ جانے والا جس نے رونے والے چھوڑے، آپ اور میں دونوں خاتون کی خوش نصیبی پر رشک کر سکتے ہیں، مرنا مجھے اور آپ کو دونوں کو ہے اور کچھ

دیر میں بھی نہیں۔ دس پانچ سال کے پھیر میں۔ اولاد آپ بھی چھوڑیں گے اور میں بھی رونے والے میرے اور آپ کے دونوں کے ہوں گے مگر کیسے؟ دو چار ٹسوے بہلئے ہنس دیئے۔ سچ پوچھئے تو رونے والے خاتون نے چھوڑے! کہ مہینہ بھر سے زیادہ ہوگیا، ماماؤں تک کا آنسو نہیں تھمتا۔ قوم درماندہ میں اگر چند لڑکیاں ایسی پیدا ہوجائیں تو لاریب چند روز میں بیڑا پار ہے۔ اور میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گا کہ اس کی کامیابی کا سہرا آپ کی تعلیم و تربیت کے سر ہے! میرا دل درست نہیں دماغ خراب ہورہا ہے۔ ہوش ٹھیک اور عقل ٹھکانے نہیں۔ یہ کیا انقلاب ہوگیا۔ کل جس بچی کی پالکی دروازے پر آئی تھی آج اس کا جنازہ صحن میں رکھا ہے! آنکھیں چکرا رہی ہیں حواس زایل ہیں کیا دیکھ رہا ہوں! یہ موت اسکی ہے جس کے منہ سے پھول جھڑتے تھے! جس کے ہاتھ سے موتی برستے تھے! جس کو گود میں اٹھایا تھا آج اس کا جنازہ اٹھا ہے! یہ خوش نصیب تھی پالکی آئی اور چارپائی چلی! اس کی آرزو تھی کہ شوہر کے ہاتھ سے پیوند زمین ہو آج آپ کی بچی کا ارمان پورا ہوتا ہے! آپ نے مجھے اس کے نکاح میں شریک کیا جو پھولوں میں مہک رہی تھی میں آپ کو اس کے دفن میں بلاتا ہوں، جو کافور میں ڈوبی ہوئی ہے، آپ نے

وداع کے وقت اس کی آنکھ میں آنسو دیکھے ہوں گے۔ لیکن میں نے مرض الموت میں بھی اس کی آہ نہ سُنی، بخار تھا فالج تھا۔ سرسام تھا۔ مگر زبان پر ہائے نہ تھی کلیجہ کٹتا ہے۔ جب خیال کرتا ہوں کہ دم واپسیں میں مجھکو بلایا زبان بیکار تھی دورے پڑ رہے تھے، شرم وحیا کی مجسم تصویر نے سر ڈھانکنے کی ہر چند کوشش کی، لیکن ہاتھ نہ اٹھا۔ شکریہ کی کیفیت آنکھ میں اور منّت وعجز کے آثار چہرے پہ ظاہر ہوئے اور روتی ہوئی آنکھوں سے اپنا لال میرے سپرد کر آنکھیں بند کرلیں!!

ڈاکٹر صاحب! لہلہاتی کونپل ٹوٹ گئی اور ہرا بھرا چمن اجڑ گیا!! خاتون دفن ہوگئی مگر اس کا معصوم لال اسکی زندہ امانت اس کی مستقل نشانی ہمارے پاس موجود ہے، اس کو کلیجے سے لگا کر دل ٹھنڈا کیجئے۔ اس جڑ میں کُل، اس شاخ میں جڑ، اور اس پنکھڑی میں پھول کی خوشبو آئے گی۔ یہ بچہ میرا نہیں آپ کا ہے۔ سیجوں کی سونے والی نے جنگل جا بسایا لیکن اس کی آبادی ہمارے پاس موجود ہے۔ تاریک آنکھ اس کی پیاری صورت اور بھولی باتوں سے روشن ہوگی۔ دل کا وہ گھر جو ویران ہوگیا اب اس میں اس ننھی سی مخلوق کو بسائیے اور گلے سے لگا کر یقین کرلیجئے کہ بائیس برس کی خاتون سال بھر کی بن کر سینہ سے چمٹ رہی ہے!

میں اور آپ دونو مسلمان ہیں اور ہمارا عقیدہ ہے کہ جامع المتفرقین جس نے بچھڑے ہوئے یوسفؑ کو یعقوبؑ سے اور معصوم سیدہ کو سرکار دو عالم سے ملوادیا ہماری اعانت کرے گا۔ خاتون بظاہر مرگئی مگر حقیقتاً موجود ہے آپ اس کو میرے گھر میں تلاش نہ کیجئے قبرستان میں نہ ڈھونڈھیئے دیکھئے اور تلاش کیجئے زخمی دلوں میں، بدنصیب انسانوں میں، حاجت مند ہستیوں میں، معصوم بچوں میں، رانڈ اور دکھیاری عورتوں میں، یقین فرمایئے کہ وہ مظلوم معصوم اپاہج ولاچار انسان جن کے زخم گرد سے لبریز ہیں، درحقیقت میں مالک ہیں اس ازلی وابدی طاقت کے جس کی لازوال حکومت کا ڈنکہ آسمان وزمین پر بج رہا ہے۔ خاتون کو ہم سے ملادینے والے لوگ یہی ہیں۔ ان کے دل ہاتھ میں لیجئے اور آنکھ بند ہوتے ہی بچھڑی ہوئی خاتون کو کلیجے سے لگالیجئے۔

راشد الخیری

۱۳ دسمبر ۱۹۲۴ء

آپ بیتی

(یہ وہ مضمون ہے جو محمد عباس حسین صاحب قاری نے
اپنے اخبار قوم کے پہلے پرچہ کے لئے بڑی کوشش سے حاصل کیا تھا)

عباس میاں! ماشاء اللہ بچوں والے ہو گئے مگر بچپن کی ضد نہ گئی بھلا میں اسوقت کچھ لکھنے کے قابل ہوں ۱۴ر نومبر کو رازق دہن ۲۶ر جون کو میاں خالق جن ہاتھوں نے سات مہینے میں دو جوان بچوں کو قبر میں سلا دیا تم ہی بتاؤ اس دل کی کیا کیفیت ہوگی؟ ہارون الرشید کے دربار کا مشہور شاعر کثیر جو اپنی محبوبہ عزہ کی محبت کی وجہ سے تاریخ بغداد میں کثیر عزہ کے نام سے مشہور ہے مامون الرشید کی تخت نشینی پر جہاں ہزار ہا قصائد پیش ہو رہے تھے جب ایک شعر بھی نہ کہہ سکا تو دشمنوں نے جو عرصہ سے اس تاک میں تھے مامون کو بھڑکا دیا۔ بات سچی ثبوت موجود۔ حکم کی دیر تھی کثیر عزہ گرفتار ہو کر حاضر کیا گیا تو مامون نے دریافت کیا کہ تجھے میری تخت نشینی سے اتنی خوشی بھی نہ ہوئی کہ ایک شعر کہتا۔" کثیر عزہ نے مسکرا کر جواب دیا۔" میں نہ شاعر ہوں نہ میں نے کبھی شعر کہا۔" یہ جواب سنتے ہی

مامون کا چہرا غصہ سے سُرخ ہوگیا اور کہا "جانتا ہے کس سے گفتگو کر رہا ہے" کثیر عزہ پھر مسکرایا اور جواب دیا "خوب جانتا ہوں مگر جو کچھ کہہ رہا ہوں حرف بحرف صحیح ہے۔ بادشاہ میں نے کبھی شعر نہیں کہا۔ تین چیزیں تھیں جو شعر کہلواتی تھیں۔ سب سے پہلی چیز جوانی تھی جسکی اُمنگیں خود بخود مضمون پیدا کرتی تھیں، وہ رخصت ہوئی۔ دوسری چیز عزہ تھی جس کی ہر بات بجائے خود ایک مضمون تھی وہ بھی نہ رہی۔ تیسری چیز تیرا باپ تھا جس نے ایک ایک شعر پر سینکڑوں دینار عطا کئے وہ بھی اٹھ گیا۔ اب کونسی چیز ہے جو مجھ سے شعر کہلوائے" میاں وہ کیفیت میری ہے دو جوان جنازوں کا گھر سے نکل جانا معمولی بات نہیں ہے جوان بھی نہیں کونپلیں! مچلتی لاشیں! سینکڑوں ارمان ساتھ لے گئیں اور مجھکو زندہ درگور کر دیا!!

بچپن میں بڑی بوڑھیوں کی زبانی ایک کہانی سُنی تھی کہ کسی شہر میں ایسا قحط پڑا کہ جانوروں تک کو جان کے لالے پڑ گئے ایک چکوہ چکوی (سرخاب نر و مادہ) بھوک سے تنگ آکر باہر نکلے اور پردیس کا رُخ کیا دن بھر دانہ دنکا چگتے چگاتے اڑتے رہے شام ہوئی تو جنگل میں ایک درخت پر بسیرا لیا، پر شہر غیر درخت نئی جگہ نیند نہ آئی تو نر نے مادہ سے کہا "چکوی! کچھ باتیں کہ رات کٹے" چکوی نے کہا "آپ بیتی کہوں یا جگ بیتی" چکوا بولا "جگ سے کیا کام آپ بیتی کہہ" یہی حالت اس وقت میری ہے اپنے ہی واقعات اس قدر

درد انگیز کہانی بن گئے ہیں کہ آپ بیتی ہی لکھ سکوں تو بہت کچھ ہے۔ جانہار **خاتون اکرم** جو صرف ڈیڑھ پونے دو سال کے واسطے رازق دُلہن بن کر میرے گھر میں آئی حق یہ ہے کہ مجھکو بہو کے معنی بتا گئی۔

تم کو تو معلوم ہے مگر تمہارے ناظرین یہ سُنکر ہنسیں گے کہ اس نئے دور میں بھی کہ مشرقیت فنا ہوگئی اور ہو رہی ہے، ابھی کچھ لوگ اسی پُرانی لکیر کے فقیر موجود ہیں۔ میں نے اپنے بچہ کی تربیت اور پرورش میں از سر تا پا مشرقی اصول رکھے حد یہ ہے کہ رازق میاں ماشاء اللہ بچہ کے باپ ہوگئے مگر آج تک اتنی مجال نہیں کہ بچہ کو میری یا اپنی ماں کے سامنے بات کرنی تو درکنار آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ لیں۔ بھلا بی اے کا طالب علم اور یہ اجازت نہیں کہ مغرب کے بعد گھر سے باہر قدم رکھے! موجودہ زمانہ کے اعتبار سے ایسا لڑکا جیسا ہوگا ظاہر ہے۔ شادی کا وقت آیا تو دلہن کے انتخاب کا مسئلہ آسان نہ تھا لڑکیوں کی کمی نہ تھی اپنوں میں بھی اور غیروں میں بھی خوش حال بھی اور غریب بھی، مگر جس کو دیکھتا تھا یوں تو ہر طرح درست ہشیار بھی سمجھدار بھی، پڑھی لکھی بھی خوبصورت بھی لیکن میں جس چیز کا متلاشی تھا وہ میسر نہ تھی، جانہار دُلہن کے خیالات کا اندازہ تہذیب و عصمت کے مضامین سے ہو چکا تھا مگر اس میں بھی اندیشہ تھا کہ حقیقت کچھ اور نہ ہو خرابی یہ تھی کہ جہانسی پر شہر لڑکی جانی پوچھی

نہ لڑکے والے دیکھے بھالے، شادی سمندر کا غوطہ تھا کہ موتی نکلتا ہے یا کیچڑ دل دھکڑ دھکڑ کرتا تھا، بسم اللہ کہہ کر لڑکی کے باپ یعنی ڈاکٹر صاحب کو خط لکھدیا۔ ڈاکٹر صاحب کی سادگی اور خلوص میں مشرقی جواہرات کی پوری جھلک موجود تھی وہ آجکل کی نوجوان زندگی سے جس کا مقصد یہ ہے The world for him and he for himself بہت دُور تھے انہوں نے اپنی بچی کے متعلق قبل از نکاح جو خط مجھے لکھا بعد نکاح حرف بحرف صحیح نکلا! یہ وہ شے ہے کہ پرستارانِ مغرب لاکھ سر پٹکیں میسر نہ ہوگی۔ بجائے اس کے کہ ہم غیر ذرائع سے حالات معلوم کرتے یہ طے پایا کہ خود ہی اپنی برائیاں ظاہر کردیں چنانچہ یہ ہی ہوا شادی ہوگئی اور مہمان دلہن سسرال آگئی۔

میری سب سے بڑی توقع جو رازق دلہن سے وابستہ تھی وہ یہ تھی کہ وہ تربیت گاہ میں میرا ہاتھ بٹائے، میں نے اپنی یہ توقع ظاہر نہ کی اور دو تین دن کی دلہن بہ ظاہر بھی کیا کرسکتا تھا مگر چونکہ علم کا شوق اس کی رگ رگ میں موجود تھا اس نے گھونگھٹ ہی میں بچیوں کو تعلیم دینی شروع کی اور لڑکیوں کی ترقی مرنے والی کی محنت ظاہر کرتی تھی ابھی یہ دُلہن گھونگٹ ہی میں تھی کہ گھر کی ماما بیمار پڑی اور ایک دن بجائے نماز فجر کے کوئی نو بجے کے قریب جھاڑو ملی دوسرے دن علی الصباح ہم اُٹھ کر دیکھتے ہیں تو گھر چندن ہے۔ معلوم ہوا کہ دُلہن نے اندھیرے میں جھاڑو دیدی، تعجب ہے

کہ دورِ حاضرہ کی تمام ضرورتوں سے باخبر، حالات سے آشنا اور معاشرت سے واقف ہونے کے باوجود وہ اس قدر سعادتمند فرمانبردار اور دبی دبائی بچی تھی کہ آج کل ایسی لڑکیاں بہت کم ہونگی، اس کا مطالعہ اس قدر وسیع تھا کہ اکثر متقدمین کا کلام حفظ تھا۔ شادی کے بعد اس کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ وہ سسرال کے ہر متنفس کا دل فتح کرے۔ چنانچہ وہ اس میں ہر اعتبار سے کامیاب ہوئی۔ مرحومہ کی بیش بہا خدمات کا معاوضہ میں یہی کر سکتا ہوں کہ رازق میاں اس کے واقعات زندگی قلمبند کر رہے ہیں میں ان کو مکمل کراؤں کہ دنیائے نسواں دیکھ لے کہ جاہنارا دلہن جس طرح ایک اچھی مضمون نگار لائق مصنف قابل مؤلف تھی اسی طرح فرمانبردار بیٹی اطاعت شعار بہو اور فرض شناس مسلمان بھی

میاں عباس! لو سامنے دیکھو شمع بجھی پڑی۔ تارے جھلملا گئے۔ آسمان نے کروٹ لی۔ اذان ہو رہی ہے۔ رات اور رات کے ساتھ ہی مہمان دولہن کی باتیں ختم ہوئیں۔ داستان بڑی ہے۔ زندگی ہے تو پھر کبھی اس کتاب کا کوئی ورق سُن لینا اور دوسروں کو سُنا دینا۔

۴ ستمبر ۲۵ء

تصنیفات فخر نسوان ہند محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی

محترمہ خاتون اکرم تعلیم یافتہ ہندوستانی خواتین کی محبوب ترین انشار پرداز تھیں جنکی مضمون نگاری کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بج چکا ہے جنکے فلسفیانہ خیالات نے جن کے درد و اثر میں ڈوبے ہوئے طرز تحریر نے بڑے بڑے قابل مردوں سے خراج تحسین وصول کیا تھا اور جنکی تحریریں دیکھکر مشہور مصنفین بھی عش عش کرتے تھے ہندوستان کے تمام مشہور انگریزی اردو رسائل و اخبارات مرحومہ کے افسانوں اور مضامین کی تعریف کی

جمال ہمنشین

خاتون اکرم مرحومہ کے بیمثل ادبی مضامین کا شاندار مجموعہ۔ فانی زندگی تغیرات کی زندہ ہستی۔ کسی کی یاد بہنسی مذاق۔ خوشی کا دن وغیرہ وغیرہ وہ دلآویز اور موثر مضامین ہیں جنکی عصمت تہذیب اتانی۔ شباب اردو وغیرہ میں شائع ہوکر دھوم مچ چکی ہے۔ جمال ہمنشیں کے متعلق اخبار ہمدرد لکھتا ہے کہ ان مضامین میں فلسفیانہ بحث کیگئی ہے" انڈین ڈیلی میل کی رائے" ان مضامین کی اردو صاف رواں ہے" زمانہ سابل حرم کی رائے" یہ مضامین بلحاظ زبان و خیال نہایت بلند ہیں اور ان کی اشاعت نے اردو زبان پر بڑا احسان کیا ہے" انجمن ترقی اردو کا سہ ماہی اردو رسالہ لکھتا ہے" ان مضامین کی عبارت بہت فصیح اور پختہ ہے اخبار وکیل" جمال ہمنشیں یلاشبہ نسوانی دنیا کے لئے سبق آموز کتاب ہے" اخبار مدینہ کی رائے" مضامین نہایت بلند پایہ ہیں" حضرت علامہ راشد الخیری نے دیباچہ لکھا ہے تین ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل چکے ہیں۔ آرٹ کاغذ پر نہایت نفیس چھپی ہے۔ قیمت (عہ)

پیکر وفا

ایک دلآویز نتیجہ خیز افسانہ جسمیں ثابت کیا گیا ہے کہ وفا عورت کی خلقت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور شریف بیوی اپنے شوہر کیلئے ایسی ایسی قربانیاں کرد کھاتی ہے کہ دنیا حیرت میں رہ جائے رسالہ ہمایوں کی رائے ہے یہ ایک کامیاب اور مفید افسانہ ہے جسمیں عورتوں کے اس احترام کو واضح کیا گیا ہے جسکی تعلیم اسلام نے ہمیں دی ہے۔ انداز بیان دلآویز، عبارت شگفتہ، اخبار ریاست لکھتا ہے طرز بیان اس قدر صاف اور دلکش ہے کہ تعریف نہیں ہوسکتی" کشمیر لکھتا ہے کہ پیرایہ بیان دلگداز ہے" اخبار صداقت کی رائے کہ پلاٹ اور کیرکٹر دونوں کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ کا افسانہ ہے لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ بار دوم قیمت

بچھڑی بیٹی

نہایت دلچسپ سبق آموز افسانہ جو کئی زنانہ رسالوں میں شائع ہوکر بے انتہا پسند کیا جاچکا ہے۔ ایک لڑکی ماں باپ سے بچھڑ جاتی ہے اسکی جدائی میں ماں کی جو کیفیت ہوتی ہے۔ صرف کتابت پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے برسوں کے بعد بچی لڑکی اس طرح ملتی ہے کہ جنت مکانی کی بے مثل افسانہ نگاری کی داد دینی پڑتی ہے۔ بیحد دلچسپ قصہ ہے بہبہی آرٹ کاغذ پر نگین چھپا ہے قیمت ۶ر

گلستان خاتون

شہید ظلم، آرزوؤں کا خون، طرز زندگی۔ سچ کی قربانی، انقلاب زمانہ۔ تربیت اولاد، دوسری شادی وغیرہ وغیرہ خاتون اکرم جنت مکانی کے وہ سبق آموز موثر اور دردانگیز افسانے جو نسوانی ادب میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں جنکی وجہ سے زنانہ رسالوں کے خریداروں میں سینکڑوں کا اضافہ ہوگیا تھا۔ کتابی صورت میں جمع کئے گئے ہیں اور اعلیٰ درجہ کے ولایتی کاغذ پر نہایت خوبصورت چھاپے گئے ہیں قیمت ۴ر

ملنے کا پتا منیجر عصمت دہلی

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری کی تازہ تصنیفات

آمنہ کا لال

اردو زبان کا سب سے بہتر مولود شریف حضرت علامہ محترم کی تازہ تصنیف جس کا کئی کئی سال سے تعلیم یافتہ مسلمانوں کو انتظار تھا نہایت آب و تاب کے ساتھ چھپ کر تیار ہے اب پڑھی لکھی عورتوں کی مجالس میلاد میں یہی کتاب پڑھی جاتی ہے اور وہ اپنی غیر مسلم سہیلیوں کو بڑے فخر کے ساتھ بلاتی ہیں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ مرد بڑے ذوق و شوق سے آمنہ کے لال کا مطالعہ کرتے ہیں کیونکہ اس میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جو خلافِ عقل کہا جا سکے نثر کے ساتھ ساتھ جہاں جہاں نظم ہے وہ بھی اس قدر موثر ہے کہ اہل دل تڑپ اٹھیں کیونکہ تمام اشعار خود علامہ محترم ہی کے ہیں۔ آمنہ کے لال میں علامہ راشد الخیری کا بہترین لٹریچر ہے۔ بہت خوبصورت ٹائٹل و تبرکا نذر عمدہ لکھائی چھپائی۔

قیمت ایک روپیہ

اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک سال میں تیسری بار چھپی ہے

سیدہ کا لال

شہادت کی مکمل و مفصل تاریخ حضرت علامہ محترم کی بیش بہا نئی کتاب حصہ اول مکمل تاریخ شہادت ہے حضرت امام حسینؓ کی نانی ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے اسلام پر احسانات جناب سیدہ سے فضائل سرورِ کائنات صلعم کی رحلت، حضرت عثمان حضرت علی کی شہادتیں اور دردناک مرثیے، جنگ جمل جنگ صفین کا مکمل بیان شیعہ سنی اختلافات کی ترقیاں بنی امیہ کی کوششیں امیر معاویہ کی سیاست امام حسن کی شہادت یزید کی حکومت کی پوری کیفیت غرض پہلے حصہ میں معرکہ کربلا سے پہلے کے تمام صحیح مستند واقعات نہایت تفصیل کیساتھ بیان کئے گئے ہیں جن سے واقعہ کربلا کے صحیح اسباب ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔

دوسرا حصہ مراثی کربلا ہے حضرت مسلم اور ان کے بچوں کی شہادت سیدہ کے لال کی رخصت سے روانگی حضرت حر کی شہادت بی بی زینب کا میدان کربلا میں بیش اختیار انکے بچوں کی شہادت حضرت عباس کی شہادت حضرت قاسم کی شہادت حضرت علی اکبر کربلا کا تنہا شہید بیمار اصغر کا قاصد سیدہ کے لال کی شہادت خانہ بربادی سیدانیاں۔ ابن زیاد و یزید کے دربار شیعہ سنی اختلافات پر تبصرہ۔ قاتلان حسین کا انجام اور خدائی فیصلے یوں تو تمام کتاب اسقدر دردانگیز ہے کہ بغیر آنسو بہائے نہیں پڑھی جا سکتی مگر نثر میں جو مرثیے علامہ محترم نے لکھے ہیں انکی ایک ایک سطر کلیجہ کے پار ہو جاتی ہے۔ آمنہ کے لال کی طرح سیدہ کے لال میں بھی کوئی واقعہ خلافِ عقل نہیں ہے ادب لطیف کے علاوہ جو شہادت کی جان ہے شہادت

مکانی
کی مضمون
ہوئے طرز
صفتین ہی
ن کی تعریفا کی
زندگی تبرات
عید زندوں
کی عصت تہذیب
دلکشا ہو کان
ساری" زنانہ سائل
ن پر بڑا احسان
ریختہ ہے اخبار
ن میں نہایت
چکے ہیں آرٹ
یت دلچسپ
ن آموز افسانہ
شائع ہو کر بے
ایک لڑکی ماں
جدائی میں ں
ت کتاب پڑھنے
کے بعد ہی لڑکی
یت مکانی
ری کی داد
لچسپ قصہ ہے
یاری قیمت ۶
ترتیب اولاد
وغیرہ خاتون کرم
دیدہ رکھتے
کی صورت
قیمت عہ

ہے کا اس قدر مفصل اور مکمل دردانگیز اور موثر بیان کسی کتاب میں نہیں تعلیم یافتہ عورتیں اور مرد شیعہ ہوں یا سنی شہادت کی یہی کتاب اب پڑھی یا مجلسوں میں پڑھوائی اور سنتے ہیں غضب ہے ڈھائی سو صفحے۔ قیمت ۱ مجلد ۱ قسم دوم عہ مجلد عہ مجلد عہ قسم خاص آرٹ پیپر تین روپے مجلد ہے

بنے کا پتہ ۔ دہلی

Checked
1987

دستکاری کی کتابیں

تصانیف فخر نسواں بند محترمہ خاتون اکرم صاحبہ

مغز خواتین کے لکھے ہوئے